الاجماع

تحریر: پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی'
قائد ملت گورنمنٹ ڈگری کالج کراچی'
(انچارج خالد ایم اسحٰق ایڈوکیٹ لائبریری)

تعارف: اسلامی قانون سازی کے لیے جو اصول فقہ مقرر ہیں انہیں اصول کہا جاتا ہے اس میں چار بنیادی ادلہ قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس شامل ہیں۔ انٹرنیشنل لاء کے ایکسپرٹ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے لکھا ہے "مسلمانوں سے پہلے بھی دنیا میں قانون موجود تھا لیکن اصول فقہ جیسی چیز قوانین عالم میں کہیں نہیں ملتی قوانین عالم میں یہ مسلمانوں کی طرف سے امتیازی اضافہ ہے (۱) میں نے اپنے مقالہ کے لئے اجماع کا انتخاب کیا ہے اس لئے کہ یہ ادلہ اربعہ میں سے تیسری بنیادی دلیل ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ چاروں ادلہ میں سے یہ واحد دلیل ہے جس کے ہر ہر پہلو پر اختلافات ہیں مثلاً اس کی حقیقت اھلیت، عمر، اس کے امکانات، حکم، حتی کہ اس حجیت میں بھی اختلافات ہیں۔

لغوی معنی: قاموس الفقہی کے مصنف لکھتے ہیں اجماع کے معنی ہیں الاتفاق والعزم (۲) المعتمد کے مصنف لکھتے ہیں اتفاق الخاصة أو العامة علی امر من الامور (۳) ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی نے لکھا ہے الاتفاق وقد یطلق علی تصمیم العزم و منه أجمع فلان رأیه علی کزا أی عزم و أجمع السفر عزم علیه (۴) اکثر حضرات نے یہی معنی لکھے ہیں (۵) جبکہ اس کے صحیح معنی ہیں العزم المؤ کدو الا تفاق صرف عزم نہیں اور قرآن (۶) وحدیث (۷) میں بھی اسی معنی میں آیا ہے۔

اصطلاحی معنی: اصطلاحی تعریفات بہت سے ہیں لیکن میں اختصار کی خاطر پانچ حصوں (کٹیگری) میں تقسیم کر کے زیر بحث لا رہا ہوں امام غزالیؒ نے المستصفی میں کہا ہے "وھو اتفاق أمة محمد ﷺ خاصة علی أمر من امور الدنیة (۸) یعنی امتِ محمدیہ کا دینی امور میں سے کسی مسئلہ پر متفق ہونا اہلِ علم کی ایک جماعت نے اس سے ملتی جلتی تعریفات کی ہیں (۹) سعید ابو جیب نے دوسری تعریف یہ نقل کی ہے "وھو ماتیقن ان جمیع اصحاب رسول اللہ عرفوہ و اقالو به ولم یختلف منھم احداً (۱۰) یعنی ایسا مسئلہ جس پر تمام صحابہ قولاً وعملاً متفق ہوں اور ان میں سے کوئی ایک صحابی بھی اس سے اختلاف نہ کرے اس کی تائید امام احمد کے ایک قول سے بھی ہوتی

ہے اور بعض خوارج نے بھی اسی کو ترجیح دیا ہے لیکن یہ شرط لگائی ہے کہ اختلاف صحابہ سے پہلے کا اجماع حجت ہے بعد کا نہیں (۱۱) تیسری تعریف نظام معتزلی نے کی ہے "هو كل قول قامت حجته، حتى قول الواحد" (۱۲) یعنی ہر وہ قول جس کی بنیاد دلیل پر ہو وہ حجت ہوگا اور اجماعی قول کہلائے گا چاہے فقط ایک شخص کی رائے ہو۔ چوتھی تعریف شیعہ حضرات نے کی ہے۔

اتفاق المجتهدين من عترة الرسول ﷺ بعده في عصر على أمر (۱۳)

یعنی آل رسول میں سے مجتہدین کا عہد نبوی ﷺ کے بعد کسی بھی زمانہ میں کسی مسئلہ پر متفق ہونا اجماع کہلائے گا **دائرة المعارف الشيعه** نے اور ایک قول کے مطابق زیدیہ نے بھی یہی تعریف کی ہے (۱۴) اور اہلِ بیت کی جگہ لفظ معصوم داخل کیا ہے۔ (۱۵)

پانچویں تعریف احناف کی ہے "اتفاق رأى المجتهدين من امة محمد في عصر ما على حكم شرعي" (۱۶) یعنی امت محمدیہ کے مجتہدین کا کسی بھی زمانہ میں کسی حکم شرعی پر متفق ہونا سبکی (۱۷) نے بھی اسی سے ملتی جلتی تعریف کی ہے "هو اتفاق مجتهد الامة بعد وفات محمدّ في عصر على أى امر كان" (۱۸) یعنی امت محمدیہ کے مجتہدین کا نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد کسی بھی زمانہ میں کسی بھی مسئلہ پر اتفاق کرنا اسی سے ملتی جلتی تعریفیں اہلِ علم کی ایک جماعت نے بھی کی ہیں (۱۹) اور شاہ ولی اللہ نے بھی اجماع کے اسی مفہوم کو پسند کیا ہے۔ (۲۰)

تعریفات کا تنقیدی جائزہ: پہلی تعریف جو امام غزالیؒ اور ان کی ہمنوا ایک جماعت سے منقول ہے اس میں انہوں نے پوری امت کو شامل کیا ہے اور "مجمع علیہ" وہ چیز قرار دی جو خاص طور پر امور دینیہ میں ہو۔ "اس پر" آمدی" نے "الاحکام" میں دو اعتراض کئے ایک تو یہ کہ غزالی نے "امتِ محمدیہ" کی بات کی ہے جس کے معنی یہ ہوں گے کہ "انعقاد اجماع ہوگا ہی نہیں کہ امت تو قیامت تک کے زمانہ پر مشتمل ہے دوسرا اعتراض یہ ہوگا کہ "امر دینی" کی قید لگانے کا معنی یہ ہے کہ کوئی عقلی قضیہ یا عرفی قضیہ حجت شرعی نہ ہو جبکہ ایسا نہیں ہے۔ (۲۱) تیسری بات یہ ہے کہ اس تعریف کہ وجہ سے عملاً اجماع ممکن ہی نہیں اور تصور اجماع بہت محدود ہو جاتا ہے۔

دوسری تعریف جسے اہلِ ظواہر نے اختیار کیا ہے۔ اس سے بھی عملاً اجماع ممکن نہیں رہتا اس لئے کہ اجماع کا مطلب ہے اکثر اہلِ علم کا متفق ہونا اگر کوئی دو چار افراد اختلاف بھی کرتے ہیں تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا خواہ وہ صحابہ ہی کیوں نہ ہوں اگر اس تعریف پر عمل کریں تو گویا عہد صحابہ کا اجماع بھی مشکوک ہو جاتا ہے اور بعد کے ادوار کا اجماع تو معتبر ہی نہیں رہتا اس تعریف میں بھی تصور اجتماع محدود ہو جاتا ہے۔

تیسری تعریف نظام معتزلی کی تھی ایک طرف وہ کہتا ہے کہ اجماع عقلاً ممکن نہیں (۲۲) دوسری طرف اس کا خیال ہے کہ ایک شخص کی رائے کو بھی اجماع کہا جائیگا حالانکہ ایسا کرنے سے اجماع اور قیاس میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا دوسری بات یہ ہے کہ یہ تعریف اجماع کے لغوی و اصطلاحی معنی سے متصادم ہے اجماع میں کم از کم تین افراد کا ہونا لازمی ہے اس سے کم افراد کی آراء شخصی آراء ہوں گی اجماعی نہیں۔

چوتھی تعریف شیعہ اثنا عشری و زیدی حضرات کی ہے یہ صرف اس اجماع کو معتبر مانتے ہیں جس میں عترتِ رسول یعنی اہلِ بیت (۲۳) یا ان کی نسل سے کوئی فرد شامل ہو یا کسی امام معصوم کا قول شامل ہو تو حجت ہوگا ورنہ نہیں حالانکہ امام کا قول تو اجماع کے بغیر بھی ان کے ہاں حجت ہے۔ (۲۴) بلکہ امام اسی طرح معصوم ہے جس طرح انبیاءِ کرامؑ ہیں۔ (۲۵) حقیقت یہ ہے کہ شیعہ حضرات اجماع کے قائل ہی نہیں اور صحیح و سچی بات شیخ حائری نے دائرۃ المعارف الشیعیۃ میں امام صادق کے حوالہ سے لکھدی ہے کہ اجماع ان امور میں سے ہے جو گھڑ لیا گیا ہے اور جس کا مقصد خلافت کو غصب کرنا اور اپنے ہر باطل ارادہ کو ثابت کرنا تھا اور اجماع کی نہ تو کوئی دلیل ہے نہ اسکی تعریف پر اتفاق ہے نہ اجماع ممکن ہے اگر اکثریت کی بنا پر اجماع کو تسلیم کرلیا جائے تو کل جب ان ہی سے کچھ افراد مر جائیں گے تو وہ اقلیت میں تبدیل ہو جائیگا۔ (۲۶) اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے شیعہ حضرات اجماع کے قائل نہیں ہیں۔ اجماع پر تنقیدات سے ان کی فقہی کتب بھری ہوئی ہیں، (۲۷) شیخ آمدی نے اس تعریف پر تفصیلی تنقید کی ہے۔ (۲۸)

پانچویں تعریف احناف کی ہے جس کی تائید سبکی کی تعریف سے بھی ہوتی ہے یہ جامع تعریف ہے اس لئے کہ اتفاق کے معنی ہیں اشتراک یعنی مجتہدین کی آراء قولاً یا سکوتاً ایک جیسی ہوں۔ (۲۹) اگر کسی شرعی مسئلہ پر غیر مجتہدین اتفاق کریں تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا (۳۰) اسی طرح امتِ محمدیہ (۳۱) کی شرط لگائی ہے یعنی غیر مسلموں کا اجماع معتبر نہیں ہوگا اور یہ بھی بتادیا کہ یہ اجماع نہ عہد صحابہ کے ساتھ خاص ہے نہ امام معصوم کے ساتھ بلکہ ہر زمانہ میں ممکن ہے جس زمانہ کے علماء کسی مسئلہ پر متفق ہو جائیں وہ اجماعی مسئلہ کہلائے گا اور یہ بات بھی وضاحت کردی کہ اجماع شرعی مسئلہ پر حجت ہے اگر مسئلہ شرعی نہ ہو انتظامی یا عرفی یا دنیاوی امور سے متعلق ہو تو احناف کے نزدیک اسکی حیثیت شرعی نہیں ہوگی البتہ سبکی کی تعریف سے معلوم ہوتا ہے ان کے نزدیک وہ بھی شرعی اجماع کہلائے گا۔

لہٰذا ہم پورے وثوق سے کہ سکتے ہیں پانچویں تعریف سب سے بہتر و جامع ہے اور اس

تعریف کی وجہ سے آج بھی اجماع کو فعال بنایا جا سکتا ہے۔

حجیت اجماع

اجماع کی حجیت قرآن سے دو قسم کی آیات سے ثابت کی گئی ہیں پہلی وہ آیات جن میں مشورہ کا حکم ہے۔(۳۲) دوسری وہ آیات جن میں مسلمانوں کی اجتماعی رائے کو اہمیت دی گئی ہے اور مسلمانوں کی جماعت سے جدا ہونے کی مذمت کی گئی ہے میں اختصار کی خاطر اسی قسم کی صرف پانچ آیات کو زیرِ بحث لا رہا ہوں ارشادِ ربانی ہے۔

وکذالک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا (۳۳)، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے امتِ محمدیہ کو امت وسطی قرار دیا ہے اور اوسط ہر شئی میں بہتر ہوتی ہے۔(۳۴) دوسرے یہ کہ امتِ محمدیہ کو دیگر امتوں پر گواہ بنایا ہے اور گواہ کے لئے عادل ہونا ضروری ہے گویا عدالت جماعت مسلمین کی صفت ہے (۳۵) امام قرطبی نے لکھا ہے یہ آیت اجماع کی صحت اور اس کے حکم کے لازم ہونے کی دلیل ہے کیونکہ امت محمدیہ عادل ہے اور لوگوں پر گواہ ہے لہٰذا ہر زمانہ کے لوگ بعد والوں پر گواہ ہوں گے جیسا کہ صحابہ کا قول تابعین پر اور تابعین کا بعد والوں کے لئے حجت ہے اور جب امت گواہ قرار پائی تو اس کے قول کی قبولیت لازم قرار پائی (۳۶) امام ماتریدی (۳۶) شیخ جصاص حنفی (۳۷) شیخ احمد صاوی (۳۸) محمد علی صابونی (۳۹) سید رشید رضا (۴۰) قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی (۴۱) مفتی محمد شفیع (۴۲) ابن عربی (۴۳) الدکتور وھبۃ الزحیلی (۴۴) اور دیگر اہلِ علم کی ایک جماعت (۴۵) نے اس سے اجماع کی حجیت مراد لی ہے۔ دوسری آیت جس سے اجماع کی حجیت کی تائید ہوتی ہے وعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا (۴۶) ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تفرق اور انتشار سے روکا ہے اور اجماع کی مخالفت تفرق ہے لہٰذا اجماع کی اتباع لازم ہے امام قرطبیؒ نے لکھا ہے اسمیں اجماع کے صحیح ہونے کی دلیل ہے (۴۷) جصاص (۴۸) الصاوی (۴۹) خضری (۵۰) امدی (۵۱) اور موسوعۃ الفقہ الاسلامی سمیت اہل علم کی ایک جماعت نے حجیت اجماع پر اس سے استدلال کیا ہے (۵۲)۔

تیسری آیت یاأیھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول وأولی الأمر منکم (۵۳) ہے۔ شیخ آمدی لکھتے ہیں اس آیت سے استدلال اس طرح ہے کہ "تنازع" کو شرط قرار دیا گیا، جب کوئی مسئلہ آئے تو کتاب وسنت کی طرف لوٹانا لازم ہے اور

ظاہر ہے کہ مشروط معدوم ہو جاتا ہے جب کہ شرط نہ ہو اور یہ بات اس پر دلالت کرتی ہے کہ جب تنازع نہ ہو تو حکم پر اتفاق کافی ہے۔ اور اجماع کے حجت ہونے کا اس کے سوا کوئی معنیٰ نہیں ہے کہ اختلاف نہ ہو اور متفقہ فیصلہ اور امر ہو۔ (۵۴) امام رازی لکھتے ہیں یہاں اولی الامر سے اھل الحل والعقد یعنی اھل الفقہ والدین مراد ہیں (۵۵) اور یہی رائے علی بن طلحہؒ ابنِ عباسؓ، مجاھدؒ، حسن بصریؒ کی ہے (۵۶) اور یہ آیت حجیت اجماع پر دلیل ہے۔ (۵۷) شیخ آمدی (۵۸)، شیخ السایس (۵۹)، شیخ ہراسی (۶۰)، اور زحیلی سمیت علماء کی ایک جماعت نے حجیت اجماع پر استدلال کیا ہے۔ (۶۱) چوتھی آیت ومن یشاقق الرسول من بعدماتبین له الهدىٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ماتولی و نصله جهنم و ساء ت مصیراً (۶۲) ہے موسوعۃ الفقہ الاسلامی نے اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کی مخالفت اور مومنوں کے راستہ کے علاوہ دوسرے راستہ پر وعید سنائی ہے۔ جس سے لازم آیا کہ مومنوں کے راستہ کے سوا دوسرا راستہ حرام ہے، اگر حرام نہ ہوتا تو رسول کی مخالفت کے ساتھ اس کو جمع نہ کیا جاتا نہ ہی اس پر وعید آتی اور جب مومنوں کے راستہ کے علاوہ دوسرا راستہ اختیار کرنا حرام ٹھرا تو گویا ان کے راستہ پر چلنا لازم ٹھہرا، لہٰذا مسلمانوں کے ساتھ چلنے کا لزوم اجماع کی حجیت کی دلیل ہے (۶۳) بقول سبکی اور شیخ امان کے اجماع کی حجیت پر اس آیت سے سب سے پہلے امام شافعیؒ نے استدلال کیا ہے (۶۴) فخر الدین رازی نے اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آیت میں مسلمانوں کی اتباع کا لزوم ثابت ہوتا ہے اور اتباع سے انحراف کرنے والوں کے لئے وعید ہے (۶۵) اور ابوالولید الباجی نے آیت پر وارد ہونے والے اعتراضات کا جواب دیا ہے (۶۶) شیخ آمدی (۶۷) رشید رضا (۶۸) امام قرطبی (۶۹) محمود محمد حمزہ (۷۰) اور علماء کی ایک جماعت نے اس آیت سے حجیت اجماع پر استدلال کیا ہے (۷۱) پانچویں آیت کنتم خیر أمة أخرجت للناس تأمرون با لمعروف وتنهون عن المنکر (۷۲) ہے اس سے استدلال کرتے ہوئے موسوعۃ الفقہ الاسلامی میں لکھا ہے۔ یہ جملہ خبریہ ہے جس میں مسلمانوں کی صفت بیان کی گئی کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے ہیں المعروف اور المنکر میں الف لام عموم کے لیے ہے چونکہ وہ اسم جنس پر آیا ہے جس کا مفہوم یہ ہوا کہ مسلمان ہر نیکی کا حکم دیتے ہیں اور ہر برائی سے روکتے ہیں تو جو شخص ان کے مامور به یا منهي عنه کی